جناب مولانا حکیم یعقوب اجملی
مدیر ہفت روزہ "عوامی ترجمان"
کراچی

سیرتِ طیبہ کا اجمالی خاکہ

زیرِ نظر مضمون کے مصنف حکیم یعقوب اجملی صاحب ہیں۔ موصوف، جمعیت اہلحدیث ضلع کراچی کے نائب امیر اول ہیں اور آنکھوں کی بینائی سے محروم ہونے کے باوجود ایک ہفت روزہ کے ایڈیٹر بھی، حق گوئی کی پاداش میں پندرہ مرتبہ جیل گئے اور اب ایک سال سے ان کا "عوامی ترجمان" بھی "مہربانوں" کی نظرِ کرم کا شکار ہو چکا ہے ——— یہ مضمون جو انہوں نے دفتر "ترجمان" میں آکر املا کروایا، نہ صرف سیرتِ طیبہ کا ایک اجمالی خاکہ پیش کرتا ہے بلکہ اس میں موجودہ ملکی حالات سے ایک گونہ مماثلت بھی ہے، اشارے بھی اور رہنمائی بھی! ——— ربیع الاول کا شمارہ چونکہ شائع نہ کیا جا سکا، اس لیے سیرت سے متعلقہ یہ مضمون اس شمارے میں دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اسلام کا سراجِ منیر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت بروز پیر ۹ ربیع الاول، سلہ عام الفیل میں مکہ معظمہ میں ہوئی۔ ولادت باسعادت کے بارے میں مؤرخین نے اختلاف بھی کیا ہے۔ بعض نے گیارہ، بعض نے بارہ اور بعض نے سترہ ربیع الاول کو تاریخِ ولادت قرار دیا ہے۔ لیکن پیر کے روز پر سارے مؤرخین متفق ہیں۔ دورِ حاضر میں تقویم کے ذریعے حساب نکال کر برسوں کی تاریخ اور دن آپ نکال سکتے ہیں۔ چنانچہ تقویم کے حساب سے جب آپ اس ماہ ربیع الاول کے دن اور تاریخ کو شمار کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ۹ ربیع الاول کے علاوہ باقی کسی تاریخ میں پیر کا دن نہیں آتا۔ اس دلیل کے اعتبار سے ۹ ربیع الاول بروز پیر ہی تاریخِ ولادت قرار دینا صحیح ہے اور "دول العرب والاسلام" کے مؤلف نے بھی ۹ ربیع الاول ہی کو تاریخِ ولادت قرار دیا ہے۔

غرضیکہ بروز پیر ۹ ربیع الاول کو بوقتِ صبح صادق کے بعد، طلوعِ آفتاب سے قبل چار بج کر بیس منٹ پر آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور پورے چالیس برس کے بعد بروز پیر ۹ ربیع الاول ہی کو سلہ عام الفیل میں آپ پر پہلی وحی غارِ حرا میں نازل ہوئی اور آپ نے اعلانِ رسالت فرمایا۔

اس عہد میں جب آپؐ نے اعلانِ رسالت فرمایا تو ہمیں ذرا دنیا کے نقشے پہ بھی نظر ڈال لینی چاہیئے۔ چنانچہ اس وقت پوری دنیا شرک وکفر، ظلم و استبداد، شر و فساد، اخلاقی ابتری اور جنسی بے راہروی کی ضلالتوں کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں گھری ہوئی تھی۔ یہ وہ موقع تھا کہ جب قانونِ فطرت کے مطابق سراج منیر، شمع رسالت کی صورت میں روشن کر کے دنیا کے اس اندھیرے کو روشنی میں بدل دیا جاتا۔ چنانچہ ایران میں اس وقت مزدکیہ فرقے کا زور تھا جو زن، زمین، زر کو ملکیت عام قرار دیتا تھا۔ اس کے نزدیک ماں، بہن، بہو اور بیٹی کی کوئی تفریق نہیں تھی۔ ہندوستان میں بام مارگی فرقے کا زور تھا جو آلاتِ نسل کی پوجا کرایا کرتا تھا اور جس کے مندروں میں عورتوں اور مردوں کی برہنہ تصاویر آویزاں رہتی تھیں۔ ممالکِ یورپ پر ایسے لوگوں کا تسلط تھا جو ظلم و استبداد، شر و فساد، خانہ جنگی اور اخلاقی ابتری کے حامل تھے۔ یہ تھے وہ حالات جن کے تقاضے کو محسوس کر کے رب العالمین نے اپنی کائنات میں ان اندھیروں کو دور کرنے کے لئے شمع رسالت فروزاں کی اور رحمۃ للعالمینؐ کو پیامِ شفا اور رحمت دے کر دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمادیا۔ چنانچہ میں اس مختصر مضمون میں آپؐ کی زندگی اور آپؐ کے مشن کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔

ا۔ مکی زندگی:

اعلانِ رسالت کے بعد آپؐ کی زندگی کا پہلا حصہ مکہ معظمہ میں گذرا جس میں آپؐ نے اسلام کی بھرپور تبلیغ کی۔ اس تبلیغ کی راہ میں طرح طرح کی روکاوٹیں ڈالی گئیں۔ کفر نے "مستہزئین" کی جماعت بنائی جنہوں نے آپؐ کے تبلیغی مواقع پر آپؐ کی تبلیغ کا مذاق اڑایا، جوانوں کی پتھر مار ٹولیاں بنائیں جو آپؐ کی تبلیغ کے موقع پر آپؐ پر پتھر برسایا کرتے تھے۔ ان تمام روکاوٹوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے جب آپؐ تبلیغ کے کام کو آگے بڑھاتے گئے اور آپؐ کی تبلیغ کے نتیجے میں ایک ایسی مقدس جماعت عالمِ وجود میں آگئی جو تعداد کے لحاظ سے بہت قلیل تھی، سامانِ عیش وطرب سے محروم تھی۔ اس جماعت کے بیشتر افراد ایسے تھے جن کے پاس شکم سیری کے لئے روٹی تھی نہ سر چھپانے کیلئے قاعدے کے مکان اور نہ تن ڈھانپنے کے لئے ضرورت کے مطابق کپڑا۔ ان میں چند دولتمند بھی تھے، بہرحال یہ وہ جماعت تھی اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تلامذہ کی کہ جنہوں نے دین کو قبول کر کے اپنی زندگیوں پہ دین کو نافذ کر لیا تھا، اللہ کے قانون کی حاکمیت، اپنے اذہان و قلوب پر قائم کر لی تھی۔ آنحضورؐ کی سیرت اور خلق کی سب سے بڑی عظیم صفت یہ تھی کہ آپؐ نے دنیا کے سامنے وحی الٰہی کی آخری کتاب قرآن مجید، فرقانِ حمید کو پیش کیا جس میں انسانی زندگی کے ہر سفینے کے لئے بہترین راہنمائی تھی، جس میں انسانی مشکلات کا بہترین علاج تھا، جس میں انسان کو تمام غلامیوں سے نجات دے کے اللہ کی غلامی کا ساتھ دیا گیا تھا، جس میں قیامِ امن اور حصولِ عدل و انصاف کے لئے بہترین قوانین و رہنمائی موجود تھی۔ جس میں بہترین

قانونِ شہادت بھی تھا، جس میں عورتوں اور مردوں کی زندگی کیلئے مشترک قوانین بھی تھے اور عورت اور مرد کیلئے انفرادی نصیحتیں بھی تھیں، جس میں شر و فساد کے انسداد کیلئے بہترین اصول تھے تو سیاست اور حکمرانی کیلئے بھی اعلیٰ ترین قدریں پیش کی گئی تھیں اور جس میں عبادت و ریاضت کے ایسے طریقے بتائے گئے تھے کہ جن سے عبد اور معبود کے درمیان قریب ترین رابطہ پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم کے متعلق فرمایا کہ:

"ہم نے جو کچھ اس قرآن مجید میں نازل کیا ہے، یہ اپنے ماننے والوں کے لئے شفا اور رحمت ہے"

چنانچہ آپؐ کی سب سے بڑی صفت، جیسا کہ ہم نے اوپر کہا، یہ تھی کہ آپؐ نے اس پیامِ شفا اور رحمت کو دنیائے انسانیت کے سامنے پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی زندگی کو کامل طور پر اس کا عملی نمونہ بنایا تھا۔ آپؐ کی یہی وہ صفتِ عظیم تھی کہ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ "پورا قرآن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خلق ہے" اور اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں فرمایا:

"لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ"

کہ "ہم نے تمہارے لئے اپنے رسولؐ کی زندگی کو بہترین نمونہ بنا دیا ہے"

آپؐ کے اصحابؓ کی وہ مقدس جماعت جو مکی زندگی کی تبلیغ کی کوششوں میں بنی تھی، اس کی بھی یہ بڑی صفت تھی کہ اس نے پورے طور پر اپنی زندگیوں کو آپؐ کی اتباع کر کے آپؐ کی اتباع کا عملی نمونہ بنا لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کی تعریف قرآنِ حکیم میں سورۂ فتح کے آخری رکوع میں فرمائی اور ساتھ ہی یہ انکشاف کیا کہ: "ہم نے ان کی صفت توریت اور انجیل میں بھی بیان کی ہے"۔ یہی وجہ تھی کہ جب اللہ کے نبیؐ سے دریافت کیا گیا کہ "صراطِ مستقیم کیا ہے؟" تو آپؐ نے فرمایا:

"ما انا علیہ و اصحابی"

"جس پر میں ہوں اور میرے صحابہؓ!"

غرضیکہ جب تبلیغِ اسلام کیلئے یہ مقدس جماعت بن گئی تو اب آپؐ کے سامنے آپؐ کا دوسرا مشن و مرحلہ تھا، یعنی اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کی حاکمیت قائم کی جائے۔ اور ایک اسلامی ریاست وجود میں لائی جائے۔ تاکہ دنیا کی دکھی انسانیت کو سکھ چین مل سکے، مظلوم دادرسی اور انصاف پا سکے، ظالم کیفرِ کردار کو پہنچ سکے، حق دار کو حق مل سکے، تقسیمِ دولت میں ایسا توازن ہو کہ اس سے سب لوگ منتفع ہو سکیں، دولت صرف چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں جمع ہو کر نہ رہ جائے۔ چنانچہ اسلامی ریاست کے قیام کے مرحلے کو بروئے کار لانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ اور اصحابؓ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کو حکم دیا کہ اب وطنِ عزیز کو ترک کر کے مدینہ منورہ پہنچ جاؤ اور وہاں اپنی مرکزیت قائم کرو۔

۲ - اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کا نفاذ:

چنانچہ یہ قافلہ مع سردارِ قافلہ کے تعمیلِ حکم کر کے مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ ان کی تعداد تو پہلے ہی سے قلیل تھی نیز مال و متاع کی بھی کمی تھی، اس ہجرت نے ان کی بے سروسامانی میں کچھ اور اضافہ کر دیا۔ چنانچہ اب مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد چونکہ اللہ تعالیٰ نے اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کا حکم دینا تھا اور اللہ تعالیٰ علیم و خبیر کو یہ معلوم تھا کہ یہ کام بغیر جان و مال کی عظیم قربانیوں کے نہیں ہو سکتا۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ یہ جانتا تھا کہ اگر سب سے پہلے انہیں جان و مال کی قربانیوں کا حکم دے دیا گیا تو یہ اپنی قلت اور بے سروسامانی کو دیکھ کر سراسیمہ نہ ہو جائیں۔ اس لئے پہلے انہیں یہ اطمینان دلایا کہ تمہاری کفالت اور ضمانت میرے ذمہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

"یا ایہا النبی حسبك اللہ ومن اتبعك المؤمنین"

"اے اللہ کے نبی، آپ کے لئے اور آپ کی تابعداری کرنے والے مومنوں کے لئے میں کافی ہوں"

اور اس کے بعد دوسرا حکم یوں ارشاد فرمایا کہ:

"یا ایہا النبی حرض المؤمنین علی القتال"

"اے اللہ کے نبی، ان مومنوں کو آپ جنگ کیلئے آمادہ کیجئے"

چنانچہ ان احکام کے نزول کے بعد مومن سر سے پاؤں تک اپنی جان ہتھیلی پہ لے کر اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لئے جنگ کرنے اور کفر سے نبرد آزمائی کیلئے بالکل تیار ہو گئے۔

ایک اہم نکتہ:

میں مکی زندگی کے ایک اہم ترین نکتہ کو بھول گیا تھا جسے اب میں یہاں درج کر رہا ہوں۔

جب کفر کی طاغوتی طاقتیں حبیبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تبلیغِ دین سے روکنے کے لئے اپنے تمام فرسودہ حربے استعمال کر چکیں اور انہیں اس میں کامیابی نہ ہوئی تو کفر کے بارہ سردارانِ قبائل سر جوڑ کر دار الندوہ میں بیٹھے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا مشورہ کرنے لگے۔ اس موقع پر ایک خبیث نے انہیں یہ مشورہ دیا کہ سب قبیلوں کا ایک ایک آدمی لے کر انہیں ہدایت کی جائے کہ وہ سب مل کر آپؐ کو قتل کریں تاکہ اکیلا قبیلہ بنو ہاشم ان سے اس قتل کا بدلہ نہ لے سکے۔ چنانچہ تقریباً باون ۵۲ قبیلوں کے باون افراد نے آپؐ کے مکان کو گھیر لیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

"انهم یکیدون کیدا واکید کیدا"

"یہ کافر اپنی تدبیریں آزما چکے، اپنے حربے استعمال کر چکے اب میں جو جوابی کارروائی فرماؤں گا اس کا

انتظار کرو۔"

چنانچہ حکم جہاد کے بعد سب سے پہلا بڑا معرکہ میدانِ بدر میں ہوا۔ جس میں تین سو تیرہ اصحابِ رسولؐ مع آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شریک تھے۔ دوسری طرف کفارِ مکہ کا ایک جمِ غفیر تھا۔ جو ساز و سامانِ حرب سے لیس تھا۔ لیکن مسلمانوں کے پاس صرف ٹوٹی پھوٹی نو تلواریں تھیں۔ معرکہ جما، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور اسی معرکہ میں "اکیلا کیلا!" کا یوں ظہور ہوا کہ ان بارہ سردارانِ قبائل میں سے جنہوں نے آپؐ کے قتل کا فیصلہ کیا تھا، گیارہ اس معرکہ میں فی النار والسقر ہو گئے اور بارہویں نے اپنی جبین اسلام کی چوکھٹ پر رکھ دی۔

اس معرکۂ حق و باطل کے بعد، جس میں مسلمانوں کو فتحِ عظیم نصیب ہوئی اور کفر کے بڑے بڑے سردار جو کہا کرتے تھے کہ "اگر آپ سچے نبی ہیں تو آسمان کا ٹکڑا ہم پر گرانے کے لئے اپنے خدا سے دعا کیجیے" جہنم واصل ہو گئے اور آپؐ نے ان کی نعشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ جس عذاب کیلئے تم عجلت کیا کرتے تھے وہ تم نے دیکھ لیا ——— اس کے بعد اسلامی ریاست کے قیام اور اللہ تعالیٰ کے قانون کی حاکمیت اللہ کی زمین پر قائم رکھنے کی یہ تحریک چلتی رہی، کتنے ہی غزوات اور معرکے ایسے ہوئے جن میں خود سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفسِ نفیس شریک ہوئے، کتنے ہی سرایا ایسے ہوئے کہ جن میں صرف اصحابِ رسول اللہ نے شرکت کی اور کتنے ہی عظیم ترین صحابۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفر و اسلام کے معرکوں میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ بالآخر ایک موقعہ ایسا بھی آیا کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تقریباً چودہ سو اصحابؓ کے ساتھ عمرہ کیلئے تشریف لے گئے تو مقامِ حدیبیہ پر آپؐ کو روک دیا گیا۔ آپؐ نے حضرت عثمان غنی ذوالنورینؓ کو سفیر بنا کر اہلِ مکہ کے پاس بھیجا کہ ان سے کہیں، ہم لڑنے کے لئے نہیں صرف عمرہ کے لئے آئے ہیں۔ کفار نے انکو روک لیا اور یہ افواہ اڑا دی کہ عثمانؓ قتل کر دیئے گئے۔ آپؐ نے خونِ عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت لی، اللہ تعالیٰ نے جو علیم و خبیر تھا، جسے معلوم تھا کہ حضرتِ عثمان غنیؓ شہید نہیں ہوئے ہیں، لیکن ایک وقت ایسا آئے گا کہ آپؐ کو منافق اپنے گھیرے میں لے کر چالیس روز تک بھوکا پیاسا رکھ کر تلاوتِ قرآنِ مجید کرتے ہوئے شہید کر یں گے اور اس موقع پر خونِ عثمانؓ کا بدلہ لینے کی ضرورت پیش آئیگی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس بیعت کو منسوخ کرنے کی بجائے فرمایا:

"لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ۔" الآیۃ

کہ "اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی ہو گیا، جن سے درخت کے نیچے بیٹھ کر آپؐ نے بیعت لی۔"

اور اس بیعت کی تصدیق باعتبار "ما یعول" یوں فرمائی کہ "اے اللہ کے نبیؐ، یہ بیعت آپ سے نہیں بلکہ

ہم سے تھی اور اللہ کا ہاتھ ان بیعت کرنے والے ہاتھوں کے اوپر تھا۔"

اور پھر فرمایا:

"جو اس عہد کو توڑے گا، اس کا وبال اس کی جان پر پڑے گا۔ اور جو اس عہد کو، جو اللہ سے کیا گیا ہے، پورا کریگا، اللہ اسے اجرِ عظیم عطا فرمائیگا۔"

چنانچہ حضرت عثمانِ غنی رض تشریف لے آئے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کفر کے ساتھ کمزور ترین شرائط پر صلح کر کے یہ ثابت کر دیا کہ مسلمان نیک مقاصد کیلئے دفاعی جنگ کرتے ہیں لیکن صلح کا موقع آجائے تو "الصلح خیر" کہہ کر اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ــــ ہاں مسلمان صلح کی خاطر اصولوں کو قربان نہیں کیا کرتا، جیسا کہ سورۃ "الکافرون" کے مضمون سے ظاہر ہے کہ جب نظریات پر زد پڑتی ہو تو ان کی حفاظت کے لئے جان، مال سب کچھ داؤ پر لگایا جاسکتا ہے اور ہر قسم کی "مصلحت" کو بالائے طاق رکھ دیا جاتا ہے ــــ اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کمزور ترین شرائط پر صلح کر لینے کے باوجود "اللہ کی زمین پر اللہ کی حکمرانی قائم کرنے" کے اصول پر آنچ نہیں آنے دی۔

اور پھر یہ شرائط بھی بظاہر کمزور ترین نظر آتی تھیں؟ چنانچہ حضرت عمر رض نے کہا تھا کہ "یا رسول اللہ، اتنی کمزور شرائط پر آؤ ہم نے کبھی حالتِ کفر میں بھی صلح نہ کی تھی" آپؐ نے جواب دیا کہ "اے عمر رض، تم نہیں جانتے جو میں جانتا ہوں۔"　　　　چنانچہ رب العزت نے فرمایا:

"انا فتحنا لك فتحا مبينا۔"

کہ "ہم نے آپ کو فتحِ مبین عطا فرمائی۔"

اور جیسا کہ اس صلح کے نتائج سے ظاہر ہے، یہ کمزور ترین شرائط پر کی جانے والی صلح واقعی فتحِ مبین ثابت ہوئی۔ یہ شرائط مسلمانوں کیلئے بہت نفع بخش ثابت ہوئیں اور کفار کے لئے نہایت ضرر رساں! اور بالآخر وہ وقت آیا کہ ۸ھ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، دس ہزار کا لشکر جرار لے کر مکہ معظمہ میں داخل ہوئے اور بغیر کسی جنگ و جدال کے مکہ فتح ہوا۔ اسلام کی پہلی ریاست قائم ہوئی جو انسانیت کے لئے امن و انصاف، مساوات و انتفاع کی یکسانیت، انسانی جان، مال، عزت اور آبرو کے تحفظ کی ضمانت تھی ــــ مشن مکمل ہو گیا، اللہ نے اعلان فرما دیا کہ:

"اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا۔"

کہ "آج کے دن میں نے تمہارا دین تم پر مکمل کر دیا تم پر اپنی نعمت (دین) پوری کر دی اور تمہیں اسلام جیسا بہترین دین، دے کر میں تم سے راضی ہو گیا۔"

اس اعلان کے بعد آپؐ نے آخری حج فرمایا اور اس حجۃ الوداع میں جو خطبہ آپؐ نے ارشاد فرمایا، اسے اگر حقوقِ انسانی کا منشور قرار دیا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ حمد و ثنا کے بعد اس خطبے کی ابتدا آپؐ نے "ایہا المؤمنین" یا " ایہا المسلمین" کہہ کر نہیں کی بلکہ " ایہا الناس، اسمعوا قولی" (اے لوگو، میری بات سنو!) یعنی "لوگو" کہہ کر آپؐ نے دنیا کے انسانیت کو مخاطب فرمایا ——— اور اس کے دو ماہ بعد آپؐ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

آپؐ کی زندگی کے یہ دونوں پہلو ہمارے سامنے یہ اہم نکتے پیش کرتے ہیں کہ "اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت" قائم کرنے کا کام جان و مال کی عظیم قربانیوں کے بغیر نہیں ہو سکتا اور اسوۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنانے والوں کیلئے یہ اہم ترین فریضہ ہے کہ وہ اللہ کے رسولؐ کی پیروی میں قانونِ الٰہی کی حاکمیت قائم کرنے کے لئے جدّوجہد کرتے رہیں اور اس کیلئے جتنی قربانیاں دینے کی ضرورت ہو، اس سے دریغ نہ کریں۔ اس لئے کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کی حاکمیت ہی ایک ایسی نعمت ہے کہ جس سے دنیا کے انسانوں کو امن اور سکون ملتا ہے، مظلوموں کو انصاف اور ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچایا نصیب ہو سکتا ہے، دولت کی تقسیم متوازن ہو سکتی ہے اور نفع بخش ذرائع سے انتفاع کے برابری کے ساتھ سب کو مواقع حاصل ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!